خطبۂ صدارت

۱۷–۱۸ اپریل ۱۹۸۲ء دینی تعلیمی کونسل بہرائچ
(پانچویں صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس)

از

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

شائع کردہ
دینی تعلیمی کونسل ۹۹ گوئن روڈ لکھنؤ
فون نمبر ۳۲۴۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

۱۷، ۱۸؍ اپریل ۱۹۸۲ء کو دینی تعلیمی کونسل کی پانچویں صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس بہرائچ میں منعقد ہوئی۔

کونسل کے صدر محترم مولانا سید ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی چند ناگزیر مجبوریوں کے باعث خطبۂ صدارت تحریر نہیں فرما سکے تھے، کانفرنس میں بہ طور خطبۂ صدارت تقریر فرمائی جو ٹیپ کر لی گئی تھی، ٹیپ سے کاغذ پر منتقل کی گئی اور صدر محترم حضرت مولانا کی نظر ثانی کے بعد شائع کی جا رہی ہے۔

ریاض الدین احمد
جنرل سکریٹری دینی تعلیمی کونسل

حمد و صلوٰۃ کے بعد!

حضرات! اس دنیا میں اللہ تعالےٰ کی طاقت کے بعد (جو اصل طاقت ہے) دنیاوی لحاظ سے سب سے بڑی طاقت جو زندگی کے پہیئے کو رواں دواں رکھے ہوئے ہے، جو مختلف وقتوں میں دنیا میں تبدیلیاں لاتی رہتی ہے، پہاڑوں کو اپنی جگہ سے کھسکا دیتی ہے، دریاؤں کے رخ موڑ دیتی ہے، سلطنتوں کے چراغ گل کر دیتی ہے، ایسے واقعات کو جن کا تصور بھی مشکل ہوتا ہے، وجود میں لے آتی ہے، وہ انسانی فیصلہ ہے، اس فیصلہ نے بارہا افراد کی، اور خاندانوں کی نہیں، قوموں کی اور انسانیت کی تقدیر بدل دی ہے، اللہ تعالےٰ نے انسان کو اس کا موقع دیا ہے کہ وہ اپنی صلاحیت کا اظہار اور زندگی کا استحقاق ثابت کر کے باآبرو زندگی کے گزارنے کی مہلت لے لے، اور اس کے برعکس اپنی نا اہلی، کفران نعمت اور ظلم و فساد کا مظاہرہ کر کے زندگی کے حق اور اللہ کی نعمتوں سے محرومی کا فیصلہ کرا لے، اسی کا نام ہے "تقدیر کا بدل جانا" "اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ" اللہ فرماتا ہے کہ وہ کسی قوم کو دی ہوئی نعمت اس وقت تک نہیں چھینتا، اور اس کی تقدیر نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنے حالات میں تبدیلی پیدا کر کے اور ناشکری کر کے نعمت خداوندی سے محرومی اور عزت کے بعد ذلت کا فیصلہ نہ کرا لے۔

انسانی فیصلہ کی طاقت

انسانی فیصلہ کی طاقت اور کرامت کی ایسی مثالیں ہیں، جن کا باور کرنا مشکل ہے، اس کی ایک شہادت آپ کا شہر پیش کرتا ہے کہ خدا کا ایک بندہ[1] غزنی افغانستان سے رفقاء کی ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ اس ملک میں جو ایک تحتی براعظم (SUB CONTINENT) ہے، داخل ہوتا ہے، وہ توحید کا پیغام پہنچانے اور انسانوں کو انسانیت کا سبق سکھانے کے لئے سر ہتھیلی پر رکھ کر آئے، عقل کا فیصلہ صریحًا اس کے خلاف تھا، کوئی آدمی صحیح الحواس ہونے کے ساتھ اس کی ہمت نہیں کر سکتا تھا کہ اتنے لمبے چوڑے ملک میں ساتھیوں کی اتنی تھوڑی تعداد کے ساتھ قدم رکھے اور یہ اس وقت کی بات ہے، جب سفر اور ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل و حرکت کی یہ آسانیاں نہیں تھیں، لیکن وہ اس دور دراز مقام سے منزلوں پر منزلیں طے کرتا ہوا، راستہ میں اپنے سفر کی نشانیاں چھوڑتا ہوا اس خطہ میں آکر اپنے کام کو ختم کر دیتا ہے یا اس سے اس کام کو ختم کرا دیا جاتا ہے، آج وہ یہاں آسودۂ خاک ہے، ایک فرد کے فیصلہ کی طاقت کا یہ ایسا روشن ثبوت ہے جس کی مثال دور دور نہیں ملتی۔

اس دنیا میں انسان نے جو کچھ کیا ہے، وہ اپنے فیصلہ سے کیا ہے، آسان سے آسان کام بھی بغیر ارادہ اور فیصلہ کے انجام نہیں پاتا، روٹی کا لقمہ جو آپ توڑ کر اپنے منہ میں ڈالتے ہیں یہ بھی آپ کے فیصلہ کے بغیر نہیں ہو سکتا، کاشتکار کی محنتوں کو چھوڑیئے کہ وہ گرمی کی چلچلاتی دھوپ میں اور کڑاکے کی سردی میں بستر سے اٹھ کر اپنے کھیت پر پہونچ جاتا ہے،

---

[1] سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ۔

دوپہر.... کو توے کی طرح دہکتی زمین پر کس طرح اپنا کام انجام دیتا ہے، اُس کی اس جانفشانی کے نتیجہ میں روٹی کا جو ٹکڑا آپ کے ہاتھ میں آتا ہے، وہ بھی آپ کے مونہہ تک اس وقت تک نہیں پہونچ سکتا جب تک آپ یہ فیصلہ نہ کرلیں کہ آپ کو کھانا ہے، اگر آپ سوچتے ہی رہیں کہ میں اپنے مونہہ تک روٹی کا ٹکڑا لے جاؤں یا نہ لے جاؤں تو دن گزر جائے گا، اور رات بیت جائے گی، اور وہ لقمہ ہاتھ کا ہاتھ ہی میں رہے گا، اگر آپ روزے سے ہیں، اور آپ نے روزہ کھولنے کا فیصلہ نہیں کیا جس کے لئے آپ سارے دن گھڑی کے منٹ اور سکنڈ گنتے رہے تو دنیا کی کوئی طاقت ایسی نہیں جو آپ کو افطار کرا سکے، یہی افراد کا معاملہ ہے، یہی قوموں کا معاملہ ہے۔

جو قوم خود فیصلہ نہیں کرسکتی، دنیا کی ساری تدبیریں، حکمت و سائنس بلکہ طاقتور سلطنتیں بھی اس قوم کی مدد نہیں کرسکتیں، جن قوموں نے اپنے ضمیر کے ساتھ اپنے عقیدے اور اپنے ایمان کے ساتھ ان اصولوں کے ساتھ جو ان کو جان سے زیادہ عزیز تھے، دنیا میں باقی رہنے کا فیصلہ نہیں کیا، ان کا نام حرف غلط کی طرح لوح جہاں سے مٹا دیا گیا، دنیا جس کو تاریخ کہتی ہے، یہ سلطنتوں کی تاریخ نہیں ہے، تہذیبوں کی تاریخ نہیں ہے، علم و دانش کے فروغ و ترقی کی تاریخ نہیں ہے، ذہانتوں کی تاریخ نہیں ہے، ایک جملہ میں یہ انسانی فیصلوں کی تاریخ ہے، فیصلوں نے سلطنتیں قائم کی ہیں، اور مٹا دی ہیں، فیصلوں نے تہذیبیں پیدا کی ہیں اور تہذیبوں کا گلا گھونٹ دیا ہے، فیصلوں نے قوموں کو دنیا کے ایک سرے سے اٹھا کر دنیا کے دوسرے سرے پر پہونچا دیا ہے، اور عزم و فیصلہ کی غیر موجودگی نے جیتی، جاگتی، دوڑتی، بھاگتی، زندہ اور توانا قوم کو بے جان مجسموں کی طرح باقی رکھا اور مُردوں کی طرح دفن کردیا۔

دینی تعلیمی کونسل

جب کبھی ہندوستانی مسلمانوں کی ذہنی و فکری و تعلیمی تاریخ بلکہ ان کی ملّی تاریخ دیانتداری کے ساتھ لکھی جائے گی تو اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکے گا کہ اس ۲۰۔۲۵ سال کی مدت میں دینی تعلیمی کونسل نے کیا فکر دیا، کیا لٹریچر پیدا کیا، کس طرح ہندوستانی مسلمانوں کے دینی تعلیمی مقدمہ کو مضبوط دلائل سے ثابت کیا، آپ صرف اس کی سالانہ کانفرنسوں کے خطبہائے صدارت کی ورق گردانی کرلیجئے، ابھی جو دو پُر مغز اور فکر انگیز مقالے پڑھے گئے ہیں، ایک محترم سید حامد صاحب (وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کا خطبۂ افتتاحیہ، دوسرا جناب ریاض الدین صاحب جنرل سکریٹری دینی تعلیمی کونسل کی سالانہ رپورٹ، وہی مسلمانوں کے تعلیمی مسئلہ کو سمجھنے اور اس کی سنگینی اور نزاکت کا احساس کرنے کے لئے کافی ہیں، لیکن اس مقدمہ کے اندر بھی جان آپ کے فیصلہ سے آئے گی، انسان کی ساری کمزوریوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر عزم و فیصلے کی وہ طاقت رکھی ہے کہ پہاڑ اور دریا اس کا راستہ نہیں روک سکتے، یہ طارق بن زیاد کا فیصلہ تھا، جس نے اندلس (اسپین) میں آٹھ سو برس تک نہ صرف اسلامی سلطنت کو قائم رکھا بلکہ اسلامی تہذیب اور اسلامی علوم و فنون کے دریا بہا دیئے اور یورپ تک اس کا فیض پہونچا، یہ محمد بن قاسم کا ایک فیصلہ تھا کہ وہ سندھ میں آیا اور اس نے نہ صرف فتوحات اور کامیابی حاصل کی بلکہ قبولیت و محبوبیت کا مقام حاصل کرلیا، ہمیں عرب مورخ بتاتے ہیں کہ عراق کے گورنر حجّاج بن یوسف نے جب اُس کو اِس مہم پر مامور کیا تو فوج کی رسد کے لئے نسخہ بتایا کہ روٹیوں کو سرکہ میں تر کرکے خشک کرلو، اور ان روٹیوں کا گٹھر اپنے

ساتھ باندھ کرلے جاؤ، جہاں کھانے کو کچھ نہ ملے ان روٹیوں کو پانی میں ڈال دینا ان میں سرکہ کا مزہ پیدا ہو جائے گا، اور سالن کی ضرورت نہ ہوگی، دنیا میں اس طرح بھی کامیابیاں اور فتوحات حاصل ہوئی ہیں کہ لشکر کے ساتھ نہ رسد ہے نہ کمک، نہ رہبر ہے نہ سواریوں کا انتظام، یہ سب فیصلۂ انسانی کی کارفرمائی اور عزمِ محکم کی مسیحائی ہے بقول شاعر ؎

اولوالعزمانِ دانشمند جب کرنے پہ آتے ہیں
سمندر پاٹتے ہیں کوہ سے دریا بہاتے ہیں

بڑے کاموں کے لئے فرہاد کا جگرا اور قیس کا جنون چاہیئے، خدا جانے انسانی نسل میں کتنے قیس و فرہاد گزرے ہیں، جہاں پانی کا قطرہ نہیں تھا، وہاں انھوں نے دریا بہا دیئے، جہاں ایک پتّا نہیں تھا، وہاں انھوں نے گلستاں پیدا کردیئے ؎

عزم محکم ہے نشانِ قیس و شانِ کوہ کن
عشق نے آباد کرڈالے ہیں دشت وکوہسار

میرے دوستو اور بھائیو!

آپ نے ابھی فیصلہ ہی نہیں کیا ہے کہ آپ کو اس ملک میں ہر حال میں مسلمان بن کر رہنا ہے، آپ ایسی زندگی سے بیزار ہیں، جس میں سب کچھ ہو لیکن عقیدہ اور ایمان کا تحفظ نہ ہو، آپ نے یہ فیصلہ نہیں کیا کہ آپ ان پالتو اور ناز پروردہ جانوروں اور پرندوں کی طرح زندگی نہیں گزاریں گے، جن کو راتب کا ملنا کافی ہے، ہم محض "راتب" پر اسی ملک میں نہیں کسی عرب یا خالص مسلمان ملک کی سرزمین پر بھی رہنے پر تیار نہیں، جہاں "راتب" کے سوا ہم کو باعزت آزاد اور اپنے ضمیر و عقیدہ کے مطابق زندگی گزارنے کی دولت میسر نہیں، سارا شکوہ اور سارا گلہ اسی بات کا ہے کہ ہم ہندوستانی مسلمانوں نے

ابھی اچھی طرح سے سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ نہیں کیا کہ ہم ہر چیز کی قربانی کے لئے تیار ہیں، ایمان اور عقیدہ کی قربانی کے لئے تیار نہیں، اس آدھی رات کو جس میں دعائیں قبول ہوتی ہیں،[۱] اور جس میں جھوٹ بولنے والا بھی جھوٹ بولنے سے ڈرتا اور پناہ مانگتا ہے، میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس دن آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ آپ کو ایمان سب سے بڑھ کر عزیز ہے، ایمان کے بغیر بچوں کا جینا بھی آپ کو مطلوب نہیں، اسی وقت سے حالات میں تبدیلی آجائے گی، اور مشکلات کے پہاڑ (اگر وہ مشکلات خیالی نہیں بلکہ واقعی ہیں) اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے۔

تاریخ اسلام میں مرد تو مرد، ماؤں نے بھی اپنی اس ایمانی طاقت اور عزم و فیصلے کا ثبوت دیا ہے، انھوں نے اپنے لڑکوں کو اپنے ہاتھ سے کفن پہنا کر میدانِ کارزار کے لئے رخصت کیا اور کہا کہ بیٹا پیٹھ پھیر کر اور میدانِ کارزار سے بھاگ کر ہم کو مونھ نہ دکھانا، یہ اس وقت کی باتیں ہیں، جب حق و انصاف کے لئے میدانِ کارزار میں جانا پڑتا تھا، مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ اگر وہ خواب میں دیکھ لے کہ اس کا بچہ ایمان سے محروم ہو کر دنیا میں چل پھر رہا ہے، کھا کما رہا ہے تو سوتے سوتے اس کی چیخ نکل جائے، لوگ پوچھیں کہ کیا بات ہے، خیریت ہے؟ تو وہ کہے میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ میرا بچہ وقت کا بہت بڑا سرمایہ دار، عہدہ دار بن گیا لیکن ایمان سے محروم ہے، دین کی دولت ایسی نہیں کہ انگلی ہلائے بغیر مل جائے، خدا کے پیغمبروں نے بھی جن سے بڑھ کر فیاض اور انسانیت کا دردمند کوئی ہو نہیں سکتا، ان لوگوں سے کہہ دیا جو ایمان کی نعمت سے استغناء برت رہے تھے، اور زبان حال سے کہہ رہے تھے کہ ہم کو اس کی ضرورت نہیں "أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنتُمْ لَهَا كَارِهُونَ" (کیا ہم ایمان کی دولت زبردستی تمہارے گلے لگائیں اور سر منڈھ دیں چاہے تم کو اس کی قدر نہ ہو اور تم کہتے رہو کہ نہیں نہیں) یہ خدا کے اُن پیغمبروں کے متعلق آتا ہے، جن کے ایک فرد فرید (صلی اللہ

[۱] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی (حدیث) [illegible]

علیہ وآلہ وسلم) کے متعلق کہا گیا ہے "لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَنْ لَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ" (کیا آپ ان ناقدروں کے پیچھے کہ ایمان نہیں لاتے اپنی جان دے دیں گے۔)

صاحبو! میں دس باتیں حکومت سے شکایت کی کرسکتا ہوں، مجھے خدا کے فضل سے دنیا کی کسی حکومت سے سچی بات کہنے میں کوئی باک نہیں، اس لئے کہ مجھے کسی حکومت سے لینا دینا نہیں، لیکن میں غلط سمجھتا ہوں کہ ساری ذمہ داری حکومت کے سر ڈال دوں، یہ میرے ضمیر، میرے علم و مطالعہ اور دیانتداری کے خلاف ہے، جب مجھے حکومت ہی سے کہنا ہوگا تو مجھے وہ زبان آتی ہے، اور میں اپنے اندر وہ جرأت پاتا ہوں کہ اس سے کہوں لیکن جب آپ سامنے ہوں گے تو میں آپ کا گریبان پکڑوں گا، آپ نے اجتماعی طور پر اور ملّی سطح سے صفائی سے ابھی تک یہ بات نہیں کہی ہے کہ ایمان و عقیدہ کے تحفظ کے بغیر اور اس اطمینان کے بغیر کہ ہماری آئندہ نسل بھی مسلمان رہے گی، ہم ایک منٹ بھی زندہ نہیں رہنا چاہتے اور یہ تحفظ اور انتظام ہمارے لئے پانی اور بجلی کی سپلائی، راشن کی دکانوں، حفظان صحت اور علاج کی سہولتوں اور جان و مال کی حفاظت سے بھی زیادہ ضروری ہے، کہ ان کا تعلق صرف جسمانی زندگی اور تحفظ سے ہے، اور عقیدہ و ایمان کی بقا اور ان کی تعلیم و تلقین کی سہولتوں کا تعلق ایمانی زندگی اور روح سے ہے، جس کا اثر ابدالآباد تک باقی رہے گا، ہم نے ابھی تک اس حقیقت کو نہیں سمجھا کہ خدا کے یہاں وہ زندگی زندگی نہیں کہلاتی اور وہ مسلمان مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں جو ایمان سے محروم ہو اور اس کا رشتہ ملت ابراہیمیؑ، تعلیمات محمدیؐ اور صحیفۂ آسمانی (قرآن) سے مربوط نہ ہو، قرآن ایسے انسانوں کو "اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ" کہتا ہے (وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے) کہیں کہتا ہے "ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا" (ان کو چوپایوں کی طرح کھانے پینے دو۔)

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے "يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا" (اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ) جو زندگی ایمان سے محرومی، خدا کی نافرمانی، خدا کے خلاف سرکشی اور خدا کے پیغمبروں کی تعلیمات سے سرتابی کے ساتھ گزرتی ہے، وہ حقیقت میں ایک طویل تدریجی خودکشی ہے اور اگر اس کا تعلق آئندہ نسل سے ہے، تو وہ ایمانی اعتبار سے ایک وسیع نسل کشی (GENOCIDE) ہے۔

میں آپ کے دلوں پر دستک دے رہا ہوں، بلکہ آپ کے دل میں چٹکی لے رہا ہوں، آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ نے فیصلہ کیا یا نہیں؟ کیا آپ کے اور آپ کے فیصلہ کے درمیان دینی تعلیم کے تحفظ اور اس کے انتظام کے درمیان اس سے زیادہ فاصلہ ہے جو بہرائچ اور غزنی کے درمیان تھا، اور جس کو غزنی کے ایک مرد مجاہد نے ایک جست میں طے کرلیا، وہ بڑے عالی خاندان تھے، وہ کیا چیز تھی، جو ان کو اپنے ملک میں نہیں ملتی تھی، وہ اجر و ثواب حاصل کرنے اور خدا کا پیغام پہنچانے کے لئے اتنا بڑا فاصلہ طے کرکے آئے، ایک ہم اور آپ ہیں، کہ اپنے بچوں کی دینی تعلیم کے انتظام کے سلسلہ میں تھوڑا سا خطرہ بھی مول نہیں لے سکتے ہیں، میں جنرل سکریٹری صاحب کی رپورٹ سن رہا تھا، اور شرم کے مارے پانی پانی ہوا جا رہا تھا کہ بچوں کے والدین کہتے ہیں کہ آپ ہمارے لڑکوں کا کیریر خراب کرنا چاہتے ہیں، یہ اردو پڑھیں گے تو اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ جائیں گے، دینی تعلیم میں وقت صرف کریں گے تو مقابلہ کے امتحانوں میں ان لوگوں سے پیچھے رہ جائیں گے جنھوں نے ہندی کے ذریعہ تعلیم حاصل کی ہے، اور مذہبی تعلیم پر وقت صرف نہیں کیا ہے "یہ اندیشہ ہائے دور دراز" محض ذہن کی خلاقی ہیں، اس کی نوبت بھی آئے گی کہ نہیں؟ آپ جانتے ہیں، اگر خدا نے کسی بچہ کو ذہانت اور محنت کا جوہر اور مادہ دیا ہے تو کیسی اردو اور کہاں کی ہندی؟ زبانوں کا فرق باقی نہیں رہتا، لیکن

یہ سوچ کر کہ ہو سکتا ہے کہ اس کو ۲۰ کے بجائے ۱۹ نمبر ملیں، والدین کی تیوری چڑھ جاتی ہے اور کہتے ہیں کہ صاحب یہ ہمارے بچے کے گلے پر چھری پھیرنا ہے، یہ ہے ہمارے یہاں ایمان کی قیمت۔

۱۹۷۷ء میں ٹورنٹو (TORENTO) کناڈا میں ایک تعلیم یافتہ مجمع کے سامنے جس میں ہندوستانی پاکستانی اور عرب سب تھے، میری تقریر تھی، میں نے کہا کہ میں آپ سے کہتا ہوں کہ اگر آپ کو کسی دن یہ شبہ ہو جائے کہ آپ کی آئندہ نسل (آپ نہیں، آپ تو جوان یا ادھیڑ عمر کے ہیں، اور جو کچھ آپ کو تعلیم حاصل کرنی تھی حاصل کر چکے ہیں) دین پر قائم نہیں رہ سکے گی اس لئے کہ یہاں اس کی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں اور ماحول اسلام دشمن اور ایمان کش ہے تو آپ کے لئے یہاں رہنا حرام ہے، آپ قافلہ بنا کر اگر پیدل چلنا ہو تو پیدل یہاں سے رخت سفر باندھ لیجئے لوگ مرتے جائیں، اور آپ ان کو راستہ میں دفن کرتے جائیں، یہاں تک کہ یہاں سے چلے تھے تو ہزاروں کی تعداد میں تھے، اپنے ملک میں پہونچے تو درجنوں کی تعداد میں رہ گئے، یہ ادا خدا کو پسند آئے گی اور آپ آخرت کے مواخذہ سے بچ جائیں گے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

"اِنَّ الَّذِیْنَ .... عَفُوًّا غَفُوْرًا (سورۂ نساء-۱۵) ترجمہ:۔" جو لوگ.... اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں، جب فرشتے ان کی جان قبض کرنے لگتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں، تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم ملک میں عاجز و ناتواں تھے! فرشتے کہتے ہیں کیا خدا کا ملک فراخ نہیں تھا کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ ایسے لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے، ہاں جو مرد اور عورتیں اور بچے بے بس ہیں کہ نہ تو کوئی چارہ کر سکتے ہیں، اور نہ رستہ جانتے ہیں قریب ہے کہ خدا ایسوں کو معاف کر دے اور خدا معاف کرنے والا اور

بخشنے والا ہے"!

اگر آپ اس کی تحقیق کریں گے تو معلوم ہوگا کہ جن لوگوں نے "کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ" (ہم اپنے ملک میں عاجز و ناتواں تھے) کہا تھا، آپ ان سے یقیناً زیادہ آزادی اور قدرت رکھتے ہیں، میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ ہم ہندوستانی مسلمان اتنے لاچار اور مجبور اور دست و پابستہ ہیں کہ ہم اپنے بچوں کو اپنے عقیدہ و ایمان اور اپنی تہذیبی خصوصیات کے مطابق مسلمان باقی رہنے کا سامان نہیں کر سکتے، سید حامد صاحب نے بجا طور پر کہا کہ مسلمان اس ملک میں دوسری بڑی اکثریت ہیں، وہ آئینی طریقہ پر اپنا یہ حق تسلیم کروا سکتے ہیں کہ وہ اس ملک میں اپنے دینی و اعتقادی امتیاز اور ملی تشخص کے ساتھ رہیں گے، اس ملک کا دستور بھی اس کی ضمانت دیتا ہے پھر مسلمانوں کو بطور خود اس کا انتظام کرتے، گھروں میں صحیح دینی تعلیم دینے اور دینی تعلیم اور اردو زبان سکھانے کے لئے مکاتب و مدارس قائم کرتے، مساجد میں اور خارجی اوقات میں دینی تعلیم دلانے سے کوئی نہیں روکتا، میں کہتا ہوں کہ اگر آپ اس ملک میں اس واضح (اقلیتی) اکثریت اور سیاسی وزن کے ساتھ رہے اور آپ نے اپنے بچوں کے ایمان کے بچانے کا انتظام نہ کیا تو ڈر ہے کہ مرنے وقت ہم سے کہا جائے "فِیْمَ کُنْتُمْ" (تم کس حال میں تھے کس حال میں تم آرہے ہو) اگر ہم سے نہیں تو ہماری اولاد سے سوال ہوگا، اور آپ جانتے ہیں کہ ان کا کیا جواب ہوگا؟ قرآن مجید میں وہ جواب بھی منقول ہے۔

"وَقَالُوْا رَبَّنَا .... وَالْعَنْھُمْ لَعْنًا کَبِیْرًا۔ (سورۂ احزاب - ۸)

ترجمہ:۔" وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار، ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا کہا مانا، تو انھوں نے ہم کو رستہ سے گمراہ کر دیا، اے ہمارے پروردگار ان کو دوگنا عذاب

دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔"

آخر میں پھر کہتا ہوں کہ سارا انحصار آپ کے فیصلہ پر ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ کب یہ فیصلہ کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ آپ نے پورے عزم وارادے سے، ہوش وحواس کی سلامتی اور ایک شریف وباعزت، بااصول وباضمیر ملت کے احساس ذمہ داری کے ساتھ یہ فیصلہ کیا ہے، اسی فیصلہ پر ہمارے حال اور مستقبل کا انحصار ہے، اور یہی ملی مسائل کا اصل حل ہے، اور دین کا مطالبہ۔

ابوالحسن علی ندوی
۱۸ اپریل ۱۹۸۲ء